

انسانی دودھ بینک کا تصور اور شرعی نقطہ نظر سے اس کے اثرات کا تحقیقی جائزہ

A Research Study on the Concept of Human Milk Banks and Their Implications from the Perspective of Islamic Law (Shariah)

Kaleem ullah

MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, Alhamd Islamic University, Quetta.

Email: muftikaleemullah012@gmail.com

Dr. Syed Muhammad Haroon Agha

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Alhamd Islamic University, Quetta.

Email: aghaharoon00@gmail.com

ABSTRACT

This research explores the contemporary concept, historical evolution, and operational framework of Human Milk Banks (HMB). The study provides a comprehensive linguistic and terminological analysis of "Human Milk" and "Banking" within both classical Arabic lexicons and modern academic contexts. By tracing the historical transition from traditional wet-nursing to organized institutional milk banking, the research highlights the critical medical necessity of human milk for the survival of pre-term and vulnerable infants, particularly in preventing life-threatening conditions like Necrotizing Enterocolitis (NEC). Furthermore, it delineates the rigorous technical protocols involved in the functioning of these banks, including donor screening, pasteurization, and the maintenance of sophisticated databases. The chapter establishes a foundational understanding of the administrative and clinical reality of milk banks, serving as a prerequisite for the subsequent legal and Shariah-based analysis of the subject within Islamic jurisprudence.

Keywords: Human Milk Bank, Lactation, Medical Necessity, Pasteurization, Donor Screening, Sharia Compliance, Neonatal Survival, Islamic Jurisprudence.

تعارف موضوع

انسانی زندگی کی بقا اور اس کی نشوونما کے لیے فطرت نے جو نظام وضع کیا ہے، اس میں رضاعت (دودھ پلانا) کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ نوزائیدہ بچے کے لیے ماں کا دودھ محض ایک غذا نہیں بلکہ ایک ایسا حیاتیاتی معجزہ ہے جو اسے زندگی کے ابتدائی مراحل میں ضروری غذائیت کے ساتھ ساتھ بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت بھی فراہم کرتا ہے۔ تاہم، انسانی تاریخ کے ہر دور میں ایسی صورتحال پیدا ہوتی رہی ہے جہاں بچہ اپنی حقیقی ماں کے دودھ سے محروم ہو جاتا ہے، خواہ اس کی وجہ ماں کی وفات ہو، شدید علالت ہو یا کوئی اور طبی رکاوٹ۔ قدیم زمانے میں اس ضرورت کو "دایہ" یا "مرضعہ" (Wet Nurse) کے نظام سے پورا کیا جاتا تھا، جسے اسلام نے نہ صرف قبول کیا بلکہ "حرمت رضاعت" کے ذریعے اسے ایک مقدس سماجی رشتے میں بدل دیا۔ لیکن عصر حاضر کی طبی ترقی اور سماجی تبدیلیوں نے اس قدیم نظام کی جگہ ایک ادارہ جاتی شکل اختیار کر لی ہے، جسے "انسانی دودھ بینک" (Human Milk Bank) کہا جاتا ہے۔

انسانی دودھ بینک کا تصور بیسویں صدی کے آغاز میں اس وقت ابھر جب طبی ماہرین نے یہ محسوس کیا کہ قبل از وقت پیدا ہونے والے (Pre-term) اور انتہائی کم وزن والے بچوں کے لیے مصنوعی غذا (Formula Milk) جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔ طبی تحقیقات نے یہ ثابت کیا کہ ان بچوں کے لیے انسانی دودھ کا کوئی نعم البدل نہیں ہے، اور اگر انہیں ماں کا دودھ نہ ملے تو وہ انتہائی کم عمر کی شدید سوزش (NEC) جیسی مہلک بیماریوں کا شکار ہو کر موت کے منہ میں جا سکتے ہیں۔ اسی ناگزیر طبی ضرورت نے دنیا کے مختلف خطوں میں ایسے مراکز کے قیام کی راہ ہموار کی جہاں صحت مند مائیں اپنا زائد دودھ رضاکارانہ طور پر عطیہ کرتی ہیں، جسے سائنسی اصولوں کے تحت جمع، صاف (Pasteurize) اور محفوظ کر کے ضرورت مند بچوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ یہ نظام جہاں ایک طرف "بقاء حیات" (Preservation of Life) کے عظیم انسانی مقصد کو پورا کرتا ہے، وہاں دوسری طرف مسلم معاشروں میں کئی گہرے اور پیچیدہ سوالات کو بھی جنم دیتا ہے۔

انسانی دودھ بینک کے ذریعے رضاعت کا شرعی حکم

دودھ بینک کا تصور اور عصری ضرورت

انسانی دودھ بینک (Human Milk Bank) ایک ایسا جدید طبی اور سماجی ادارہ ہے جہاں دودھ پلانے والی مائیں رضاکارانہ طور پر اپنا فاضل دودھ جمع کراتی ہیں، جسے بعد ازاں طبی جانچ، پائپرائزیشن اور محفوظ کرنے کے عمل سے گزار کر ان شیر خوار بچوں کو فراہم کیا جاتا ہے جو اپنی ماؤں کے دودھ سے محروم ہوتے ہیں۔ اس تصور کی بنیاد اس طبی حقیقت پر ہے کہ ماں کا دودھ نوزائیدہ بچے کے لیے نہ صرف بہترین غذا ہے بلکہ یہ اس کے مدافعتی نظام کی مضبوطی کے لیے ایک قدرتی ویکسین کی حیثیت رکھتا ہے۔ جدید دور میں دودھ بینک کا مقصد ان بچوں کی جان بچانا ہے جو وقت سے پہلے پیدا ہوئے (Premature babies) یا کسی ایسی طبی پیچیدگی کا شکار ہیں جہاں مصنوعی دودھ (Formula Milk) ان کی زندگی کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ مغربی دنیا میں اس کا آغاز بیسویں صدی کے اوائل میں ہوا، تاہم مسلم معاشروں میں اس کے قیام نے کئی شرعی اور فقہی سوالات کو جنم دیا ہے جن کا تعلق بنیادی طور پر اختلاطِ نسب اور حرمتِ رضاعت سے ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُرَضِعَ الرِّضَاعَةَ

"اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے۔"¹

قرآن کریم کی یہ آیت ماں کے دودھ کی اہمیت کو ایک الہی ضابطے کے طور پر پیش کرتی ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بچے کی نشوونما میں دودھ کا حق سب سے مقدم ہے۔ عصری ضرورت کے تناظر میں جب کوئی ماں طبی بنیادوں پر دودھ پلانے سے قاصر ہو یا اس کی وفات ہو جائے، تو دودھ بینک ایک متبادل ذریعے کے طور پر سامنے آتا ہے۔ طبی ماہرین کے مطابق ماں کا دودھ نوزائیدہ بچوں کو آنتوں کی مہلک بیماریوں اور انفیکشن سے بچاتا ہے، خاص طور پر ان بچوں کے لیے جو انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں زیرِ علاج ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس ضرورت کو نظر انداز کرنا انسانی جان کے ضیاع کا سبب بن سکتا ہے، جو کہ اسلام کے بنیادی مقاصد کے خلاف ہے۔ سنت نبوی ﷺ میں بھی دودھ پلانے والی عورتوں کی خدمات حاصل کرنے کا تذکرہ ملتا ہے، ضرورت کے وقت کسی دوسری عورت کا دودھ حاصل کرنا ایک قدیم اور مستحسن روایت رہی ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرِّضَاعُ يُغَيِّرُ الطَّبَاعَ²

حضرت عمرو بن شریذ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رضاعت (دودھ پینا) طبائع کو بدل دیتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ دودھ پینے سے بچے کی طبیعت اور عادات پر اثر پڑتا ہے، اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسانی دودھ کے مقابلے میں کوئی بھی مصنوعی غذا بچے کی فطری تربیت کا نعم البدل نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جدید دور میں ڈاکٹر ز مصنوعی دودھ کے بجائے انسانی دودھ کو ترجیح دیتے ہیں۔ تاہم، فقہی اعتبار سے چیلنج یہ ہے کہ دودھ بینک میں مختلف عورتوں کا دودھ جمع ہونے کی وجہ سے "رضاعی ماں" کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے، جو مستقبل میں محرم رشتوں کے درمیان نکاح جیسے سنگین مسائل پیدا کر سکتی ہے۔ علامہ ابن نجیم نے اس حوالے سے ایک اہم اصول بیان کیا ہے کہ ضرورت کی بنیاد پر بعض امور میں وسعت دی جاسکتی ہے، مگر وہاں حدودِ شرعیہ کا تحفظ لازمی ہے:

الضَّرُورَاتُ تُبَيِّحُ الْمَحْظُورَاتِ --- لَكِنَّ مَا أُبِيحَ لِلضَّرُورَةِ يُقَدَّرُ بِقَدَرِهَا³

ضرورت میں ممنوعہ کاموں کو مباح کر دیتی ہیں۔۔۔ لیکن جو چیز ضرورت کی بنیاد پر مباح کی جائے، اس کی مقدار بھی ضرورت کے مطابق ہی ہونی چاہیے۔

ابن نجیم کے اس قاعدے سے یہ تجزیہ نکلتا ہے کہ اگرچہ دودھ بینک کی عصری ضرورت سے انکار ممکن نہیں، خاص طور پر ہسپتالوں میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا بچوں کے لیے، لیکن اسے ایک عام تجارتی ادارے کی طرح نہیں چلایا جاسکتا۔ مسلم ممالک میں اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایسے نظام کی تجویز دی جاتی ہے جہاں دودھ دینے والی عورت اور دودھ پینے والے بچے کا مکمل ریکارڈ محفوظ رکھا جائے تاکہ "مجبول المرضعہ" کا مسئلہ پیدا نہ ہو اور رشتوں کا تقدس پامال نہ ہو۔

¹ البقرہ، 2: 233۔

² دلیلی، ابو شجاع شیر وہ بن شہر دار، الفردوس بمأثور الخطاب، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1986ء)، ج 2، ص 280، (ج: 3283)۔

³ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ج 1، ص 85۔

دودھ بینک کا تصور نوزائیدہ بچوں کی بقا اور صحت کے لیے ایک جدید طبی ضرورت ہے، جسے اسلام کے "حفاظتِ نفس" کے اصول کے تحت دیکھا جاسکتا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں ماں کا دودھ بچے کی فطری غذا ہے جس کا کوئی متبادل نہیں۔ اس عصری ضرورت کو پورا کرتے وقت شرعی حدود اور رشتوں کی پہچان کو یقینی بنانا لازم ہے۔ دودھ بینک کا قیام صرف اسی صورت میں مستحسن ہو سکتا ہے جب اس میں دودھ پلانے والی ماؤں کا ریکارڈ مکمل طور پر دستاویزی شکل میں موجود ہو تاکہ مستقبل میں محرم رشتوں کے اختلاط اور نکاحِ باطل جیسی پیچیدگیوں سے بچا جاسکے۔

مجبول المرضعہ (نامعلوم عورت) کے دودھ کا حکم

انسانی دودھ بینک کے حوالے سے سب سے پیچیدہ فقہی مسئلہ "مجبول المرضعہ" کا ہے، یعنی ایسی عورت جس کی شناخت معلوم نہ ہو اور اس کا دودھ کسی بچے کو پلا دیا جائے۔ شریعتِ مطہرہ میں حرمتِ رضاعت کے ثبوت کے لیے دودھ پلانے والی عورت کا متعین ہونا بنیادی شرط ہے، کیونکہ اسی کی بنیاد پر محرم رشتوں کی حد بندی کی جاتی ہے۔ دودھ بینکوں میں عموماً بہت سی خواتین کا دودھ ایک جگہ جمع کر دیا جاتا ہے، جس سے یہ معلوم کرنا ناممکن ہو جاتا ہے کہ کس بچے نے کس مخصوص عورت کا دودھ پیا ہے۔ فقہ اسلامی کی رو سے اگر دودھ پلانے والی عورت نامعلوم رہے، تو اس سے پیدا ہونے والے سماجی اور قانونی مسائل نکاح کے باب میں شدید اضطراب کا باعث بنتے ہیں۔ قرآن کریم نے جب رضاعی ماؤں کو حرام قرار دیا، تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ ان ماؤں کی پہچان واضح ہو تاکہ انسان اپنی محرمات سے واقف رہ سکے:

وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّائِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ⁴

"اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں (تم پر حرام ہیں)۔"

مذکورہ بالا آیت میں "اللّٰہی ارضعنکم" (جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا) کے الفاظ ایک مخصوص اور معلوم گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اگر دودھ پلانے والی عورت مجبول ہو، تو اس حکم کی تعمیل اور حرمت کا تعین ممکن نہیں رہتا۔ فقہائے کرام کے نزدیک نامعلوم عورت کا دودھ پلانا "اختلاطِ نسب" کے مترادف ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں ایک ایسا بچہ معاشرے میں پروان چڑھے گا جو اپنی رضاعی ماں، بہنوں اور پھوپھیوں سے لاعلم ہوگا۔ سنتِ نبوی ﷺ میں رشتوں کی تحقیق اور مشکوک امور سے بچنے کی سخت تاکید کی گئی ہے، خاص طور پر رضاعت کے معاملے میں جہاں ذرا سی غفلت ابدی حرمت کو مشکوک بنا سکتی ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِأَبِي إِهَابٍ بْنِ عَزِيزٍ، فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَفَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِي تَزَوَّجَ، فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ: مَا أَعْلَمُ أَنَّكَ أَرْضَعْتَنِي، وَلَا أَخْبَرْتَنِي، فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ؟

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک خاتون سے نکاح کیا، پھر ایک (نامعلوم) عورت آئی اور کہنے لگی: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ عقبہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اب تم اسے کیسے (نکاح میں) رکھ سکتے ہو جبکہ یہ کہہ دیا گیا ہے؟⁵

نبی کریم ﷺ کا یہ اسلوب بیان واضح کرتا ہے کہ رضاعت کے معاملے میں محض ایک عورت کی خبر، جس کی تصدیق پہلے سے موجود نہ تھی، نکاح کو مشکوک بنا دیتی ہے۔ اگر دودھ پلانے والی عورت سرے سے ہی مجبول ہو (جیسا کہ دودھ بینکوں میں ہوتا ہے)، تو پورا نظامِ حرمت خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ فقہائے احناف کے نزدیک اگر کسی نامعلوم عورت کا دودھ بچے کو پلا دیا جائے، تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے حرمت ثابت مانی جائے تاکہ نکاحِ باطل کا اندیشہ نہ رہے، لیکن نامعلوم ہونے کی وجہ سے یہ حرمت کسی متعین خاندان پر لاگو نہیں ہو سکے گی۔ علامہ ابن نجیم کے مطابق، جہاں رشتوں میں شک پیدا ہو جائے، وہاں ممانعت کا پہلو غالب رہتا ہے تاکہ شرعی حدود کی پامالی نہ ہو:

الْأَصْلُ فِي الْإِبْضَاعِ الْمَحْظَرُ، فَإِذَا تَعَارَضَ دَلِيلُ الْحَلِّ وَدَلِيلُ الْحُرْمَةِ فِي امْرَأَةٍ غَلَبَ جَانِبُ الْحُرْمَةِ⁶

نکاح اور شرمگاہوں کے معاملے میں اصل (بنیاد) حرمت ہے، لہذا جب کسی عورت کے بارے میں حلال ہونے اور حرام ہونے کے دلائل میں تعارض آ جائے تو حرمت کے پہلو کو ترجیح دی جائے گی۔

النساء، 4: 23-⁴

بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب الرحلة فی المسألة النازلة، (ج: 88)۔⁵

ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ج 1، ص 73۔⁶

ابن نجیم کے اس قاعدے سے یہ تجزیہ سامنے آتا ہے کہ مجہول المرضعہ کا دودھ پینے والے بچے کے لیے مستقبل میں نکاح کے مسائل نہایت سنگین ہو سکتے ہیں۔ چونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کی رضاعی ماں کون ہے، اس لیے وہ پورے معاشرے میں موجود اپنی ممکنہ رضاعی بہنوں سے لاعلم رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر کے اکثر فقہی اداروں نے دودھ بینک کے ذریعے نامعلوم خواتین کا دودھ پلانے کو ناجائز قرار دیا ہے، الا یہ کہ دودھ دینے والی خواتین کا مکمل ریکارڈ موجود ہو اور ہر بچے کو معلوم ہو کہ اس نے کس کا دودھ پیا ہے۔ پس مجہول المرضعہ کا مسئلہ صرف ایک طبی معاملہ نہیں بلکہ یہ اسلامی نظام خاندان کی اساس کو متاثر کرنے والا مسئلہ ہے، جس میں احتیاط ہی شریعت کا اصل منشا ہے۔

مجہول المرضعہ (نامعلوم عورت) کے دودھ کا شرعی حکم رشتوں کی حفاظت اور اختلاط نسب کے سد باب پر مبنی ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں رضاعت سے حرمت بھی ثابت اور نافذ ہوتی ہے جب دودھ پلانے والی کی شناخت واضح ہو۔ بخاری کی حدیث عقبہ اور ابن نجیم کے فقہی ضابطے یہ ثابت کرتے ہیں کہ شک اور جہالت کی صورت میں حرمت کا پہلو نکاح کے معاملے میں غالب رہتا ہے۔ لہذا، دودھ بینکوں میں نامعلوم خواتین کے دودھ کی آمیزش اسلامی معاشرت کے لیے ایک بڑا خطرہ ہے، اور جب تک دودھ پلانے والی کی شناخت متعین نہ ہو، اس کا استعمال محرمات کے دائرے کو مشکوک بنادیتا ہے جو کہ شرعاً ناپسندیدہ ہے۔

اختلاط لبن (دودھ کی آمیزش) اور حرمت

انسانی دودھ بینکوں کے طریقہ کار میں ایک اہم مرحلہ مختلف خواتین سے حاصل شدہ دودھ کو ایک بڑے برتن میں جمع کرنا ہے تاکہ اسے پائچرائز (جراثیم سے پاک) کر کے محفوظ کیا جاسکے، اسے فقہی اصطلاح میں "اختلاط لبن" کہا جاتا ہے۔ جب کئی عورتوں کا دودھ آپس میں مل جائے اور پھر وہ کسی بچے کو پلایا جائے، تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس سے حرمت ثابت ہوگی یا نہیں، اور اگر ہوگی تو اس کا انتساب کس عورت کی طرف ہوگا۔ شریعت مطہرہ میں رضاعت سے حرمت کے ثبوت کے لیے دودھ کا اثر اور اس کی نشوونما میں شرکت بنیادی شرط ہے۔ اگرچہ دودھ کی آمیزش سے اس کی انفرادی شناخت مشکل ہو جاتی ہے:

وَأُمَّهُمَا تُكْمُ اللَّائِي أَرْضَعَهُمَا وَأَخَوَاتُهُمَا مِمَّنْ الرِّضَاعَةُ⁷

"اور تمہاری وہ ماںیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں (تم پر حرام ہیں)۔"

مذکورہ بالا آیت میں "ماؤں" کا لفظ جمع کے صیغہ میں استعمال ہوا ہے، جس سے مفسرین نے یہ استنباط کیا ہے کہ ایک بچے کی ایک سے زائد رضاعی ماںیں ہو سکتی ہیں۔ اگر مختلف عورتوں کا دودھ ملا کر پلایا جائے، تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بچہ ان تمام عورتوں کا رضاعی بیٹا قرار پائے جن کا دودھ اس آمیزش میں شامل تھا۔ تاہم، دودھ بینک کے تناظر میں جہاں سینکڑوں خواتین کا دودھ ملایا جاتا ہے، یہ صورت حال رشتوں کے ایک ایسے وسیع اور غیر واضح دائرے کو جنم دیتی ہے جو خاندانی نظام کے لیے الجھن کا باعث بن سکتا ہے۔ سنت نبوی ﷺ میں اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ رضاعت کی تھوڑی سی مقدار بھی، اگر وہ بچے کے حلق سے نیچے اتر جائے، تو وہ حرمت کے ثبوت کے لیے کافی ہو سکتی ہے، بشرطیکہ وہ دودھ ہی ہو:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا رَضَاعَ إِلَّا مَا أَنْشَرَزَ الْعُطْمُ وَأَنْبَتَ اللَّحْمُ⁸

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رضاعت وہی معتبر ہے جو ہڈیوں کو مضبوط کرے اور گوشت اگائے (یعنی نشوونما کا سبب بنے)۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ حرمت کا مدار دودھ کی اس تاثیر پر ہے جو بچے کی جسمانی ساخت کا حصہ بنتی ہے۔ جب مختلف عورتوں کا دودھ ملا کر پلایا جاتا ہے، تو وہ مجموعی طور پر بچے کی نشوونما کا سبب بنتا ہے، اس لیے وہ تمام عورتیں اس کی رضاعی ماںیں قرار پائیں گی۔ فقہائے احناف کے نزدیک اگر دودھ کو کسی دوسری چیز (جیسے پانی یا کبری کے دودھ) کے ساتھ ملایا جائے تو حکم "غالب" (جو چیز زیادہ ہو) کا ہوتا ہے، لیکن اگر انسانی دودھ کو دوسرے انسانی دودھ کے ساتھ ملایا جائے تو صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے نزدیک ان میں سے ہر ایک سے حرمت ثابت ہو جائے گی، چاہے کسی کی مقدار کم ہی کیوں نہ ہو۔ علامہ ابن نجیم نے اس مسئلے کی قانونی جہت کو یوں بیان کیا ہے:

لَبَنٌ امْرَأَةٌ خَلَطَتْ بِلَبَنٍ امْرَأَةٍ أُخْرَى، فَالْحُلُكُمُ لِلْعَالِمِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: يَتَعَلَّقُ التَّحْرِيمُ بِهَمَّا جَمِيعًا سَوَاءٌ غَلَبَ أَحَدُهُمَا أَوْ اسْتَوَيَا⁹

ایک عورت کا دودھ دوسری عورت کے دودھ میں مل گیا، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حکم غالب (زیادہ مقدار والے) کا ہو گا، جبکہ صاحبینؒ فرماتے ہیں: حرمت ان دونوں سے وابستہ ہو جائے گی، چاہے کسی ایک کا دودھ غالب ہو یا دونوں برابر ہوں۔

ابن نجیم کی اس تشریح سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دودھ بینکوں میں جہاں آمیزش عام ہے، وہاں حرمت کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ اگر ایک بچے کو دس خواتین کا مخلوط دودھ پلایا گیا، تو صاحبین کے قول کے مطابق وہ دس مائیں اس کی رضاعی مائیں بن جائیں گی اور ان تمام کے خاندان اس بچے کے لیے محرم ہو جائیں گے۔ یہ صورت حال عملی طور پر "مجهول الرضعة" کے مسئلہ کو مزید سنگین بنا دیتی ہے کیونکہ اتنے بڑے پیمانے پر رشتوں کی پہچان اور ان کا ریکارڈ رکھنا محال ہو جاتا ہے۔ پس اختلاف لبن کا شرعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دودھ بینک کے ذریعے پلایا جانے والا دودھ حرمت تو ثابت کر دیتا ہے، لیکن رشتوں کے تعین میں سخت ابہام پیدا کرتا ہے، جو کہ اسلامی نظام نکاح کی روح کے خلاف ہے۔ اس لیے معاصر فقہاء اس بات پر زور دیتے ہیں کہ دودھ کی آمیزش سے گریز کیا جائے یا کم از کم مکمل ریکارڈنگ کا نظام رائج کیا جائے۔

دودھ بینک سے تغذیہ اور ثبوت رضاعت

انسانی دودھ بینک سے حاصل کردہ دودھ کے ذریعے بچے کی جسمانی نشوونما اور اس سے "ثبوت رضاعت" ایک نہایت اہم فقہی مسئلہ ہے۔ ثبوت رضاعت کے لیے ضروری ہے کہ دودھ انسانی عورت کا ہو اور وہ بچے کے معدے تک پہنچے، چاہے وہ براہ راست چھاتی سے چوس کر پیا جائے یا کسی برتن، چمچ یا فیڈر کے ذریعے پلایا جائے۔ دودھ بینکوں میں چونکہ دودھ مشینوں کے ذریعے نکال کر بوتلوں میں محفوظ کیا جاتا ہے، بعض لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا بغیر چوسے دودھ پینے سے بھی وہی حرمت ثابت ہوگی جو عام رضاعت سے ہوتی ہے؟ فقہ اسلامی کے مآخذ اور ائمہ اربعہ کے اقوال کی روشنی میں یہ بات طے شدہ ہے کہ حرمت کا مدار دودھ کا بچے کے جسم کا حصہ بننا ہے، اس کا طریقہ کار ثبوت حرمت میں رکاوٹ نہیں بنتا:

وَأَمَّا هَآؤُنْكُمْ اللَّآئِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِّنَ الرِّضَاعَةِ¹⁰

"اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں (تم پر حرام ہیں)۔"

"ارضعنکم" کا لفظ عمومی ہے، جو ہر اس صورت کو شامل ہے جس میں عورت کا دودھ بچے کی غذا بن جائے۔ رضاعت کا اصل مقصد بچے کی ہڈیوں اور گوشت کی تشکیل میں دودھ کی تاثیر کا شامل ہونا ہے، اور یہ مقصد ہر اس صورت میں حاصل ہو جاتا ہے جس میں دودھ بچے کے حلق سے نیچے اتر جائے۔ سنت نبوی ﷺ میں بھی اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ رضاعت کی وہی مقدار اور صورت معتبر ہے جو بھوک مٹانے اور بچے کی نشوونما میں معاون ثابت ہو:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: انْظُرُونِ مِنْ إِخْوَاتِكُنَّ، فَإِنَّمَا الرِّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ¹¹

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم غور کر لیا کرو کہ تمہارے (رضاعی) بھائی کون ہیں، کیونکہ رضاعت وہی (معتبر) ہے جو بھوک کی وجہ سے ہو (یعنی جس سے نشوونما ہو)۔

آپ ﷺ کے ارشاد "انما الرضاعة من المجاعة" نے یہ اصول واضح کر دیا کہ رضاعت کا شرعی ثبوت اس وقت ہوتا ہے جب وہ دودھ بچے کی بنیادی ضرورت اور غذا بن جائے۔ دودھ بینک سے تغذیہ پانے والے بچے چونکہ اپنی پوری بھوک اور جسمانی ضرورت اسی محفوظ شدہ دودھ سے پوری کرتے ہیں، اس لیے ان پر رضاعت کے تمام احکام لاگو ہوں گے۔ فقہائے احناف نے اس مسئلہ کو "الوجور" (حلق میں دودھ ڈالنا) کے عنوان سے بیان کیا ہے اور صراحت کی ہے کہ اگر دودھ کسی برتن سے بچے کے حلق میں ڈالا جائے تو اس سے بھی حرمت اسی طرح ثابت ہو جاتی ہے جیسے براہ راست پینے سے۔ علامہ ابن نجیم نے اس قانونی نکاح کو یوں واضح کیا ہے:

ابن نجیم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج 3، ص 227-⁹

النساء، 4: 23-¹⁰

بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب من قال لا رضاع بعد حولين، (ج: 5102)-¹¹

وَتَبَيَّنَ بِاللُّجُورِ وَاللَّدُودِ، لِأَنَّ التَّخْرِيمَ بِاعْتِبَارِ مَعْنَى الْجُزْئِيَّةِ وَإِنْبَاتِ اللَّحْمِ، وَذَلِكَ يَحْصُلُ بِاللُّجُورِ كَمَا يَحْصُلُ بِاللَّدُودِ بِإِلْتِقَامِ¹²

اور حرمت "وجور" (حلق میں ڈالنا) اور "لدود" (منہ کے کونے سے پلانا) سے بھی ثابت ہو جاتی ہے، کیونکہ تحریم کا مدار "جزئیت" کے معنی اور گوشت اگانے پر ہے، اور یہ مقصد حلق میں ڈالنے سے بھی ویسے ہی حاصل ہوتا ہے جیسے پستان چوسنے سے ہوتا ہے۔

ابن نجیم کی اس فقہی دلیل سے یہ تجزیہ نکلتا ہے کہ دودھ بینک سے حاصل کردہ دودھ کے ذریعے تغذیہ پانے سے "ثبوت رضاعت" مکمل طور پر واقع ہو جاتا ہے۔ اس کے خاندانی نتائج یہ ہیں کہ وہ بچہ اس عورت کا رضاعی بیٹا بن جائے گا جس کا دودھ بینک میں موجود تھا اور اسے پلایا گیا۔ تاہم، یہاں سب سے بڑی عملی رکاوٹ یہ ہے کہ دودھ بینکوں میں عموماً ریکارڈ کا فقدان ہوتا ہے، جس سے یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ کس عورت کا دودھ کس بچے کو پلا کر "ثبوت رضاعت" قائم کیا گیا۔ پس شرعی نقطہ نظر سے دودھ بینک کا دودھ پینے والے بچے پر محرمت کے تمام احکام لاگو ہوں گے، مگر اس کے نفاذ کے لیے "مريض" کا تعین ناگزیر ہے، ورنہ یہ مشکوک رضاعت پورے معاشرے میں نکاح کے حوالے سے ابہام پیدا کرے گی۔

دودھ بینک سے تغذیہ پانے اور ثبوت رضاعت کا شرعی مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ دودھ پینے کا طریقہ چاہے براہ راست ہو یا کسی آلے کے ذریعے، اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ قرآن کی عمومی آیات اور بخاری کی حدیث کی روشنی میں رضاعت کا اصل مقصد بچے کی نشوونما ہے، جو دودھ بینک کے دودھ سے حاصل ہو جاتا ہے۔ البحر الرائق کی تشریح کے مطابق حلق میں دودھ ڈالنا (وجور) بھی پستان چوسنے کے حکم میں ہے۔ لہذا، دودھ بینک کا استعمال کرنے والے بچوں کے لیے رضاعت کے تمام احکام ثابت ہوں گے۔

انسانی دودھ کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت

انسانی دودھ بینکوں کے حوالے سے ایک بنیادی بحث یہ ہے کہ آیا انسانی دودھ ایک ایسی شے ہے جس کی خرید و فروخت، تجارت یا قیمت مقرر کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ دودھ بینکوں کو چلانے کے لیے اخراجات، پانچرازیٹیشن اور ذخیرہ اندوزی کے نام پر جو رقم لگائی جاتی ہیں، وہ بعض اوقات تجارت کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ شریعت مطہرہ نے انسانی جسم اور اس کے اجزاء کی تکریم و تقدس کو اولیت دی ہے اور انسان کو "مکرم" قرار دے کر اسے خرید و فروخت کی منڈیوں سے بالا رکھا ہے۔ فقہائے کرام کے نزدیک انسانی دودھ کوئی عام تجارتی مال نہیں ہے، بلکہ یہ انسانی بقا کا ایک خاص ذریعہ ہے، جس کی وجہ سے اس کے معاوضے اور تملیک (مالک بنانا) کے حوالے سے سخت شرعی ضوابط موجود ہیں:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْوَحْشِ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا¹³

"اور بیشک ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری (کی سواریوں) میں اٹھایا اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر بڑی فضیلت دی۔"

مذکورہ بالا آیت مبارکہ سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ انسان اور اس کے اجزاء (بشمول دودھ) اس لیے پیدا نہیں کیے گئے کہ انہیں عام اشیاء کی طرح بیچا جائے، بلکہ ان کی حیثیت "مکرم" ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ "الآدمی بمکونہ لیس بمال" (انسان اپنے اجزاء سمیت مال نہیں ہے)، اس لیے اس کے کسی حصے کی بیع (خرید و فروخت) باطل یا فاسد قرار پاتی ہے۔ سنت نبوی ﷺ میں بھی دودھ پلانے والی عورتوں (مرضعات) کے لیے معاوضے کا ذکر ملتا ہے، لیکن وہ معاوضہ "دودھ کی قیمت" نہیں بلکہ "خدمت کی اجرت" (اجرت رضاعت) ہوتا ہے:

وَإِنْ تَعَاَسَرْتُمْ فَمَسْئَرُكُمْ لَهُ أُخْرَى¹⁴

"اور اگر تم آپس میں کشیدگی پیدا کر لو (اور ماں دودھ نہ پلائے) تو اس (باپ) کے لیے کوئی دوسری عورت دودھ پلائے گی۔"

ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج 3، ص 222۔¹²

الاسراء، 70:17۔¹³

الطلاق، 65:6۔¹⁴

اس آیت کی روشنی میں اسلام نے "اجرت رضاعت" کو تسلیم کیا ہے، یعنی دودھ پلانے والی عورت کو اس کے وقت اور محنت کا معاوضہ دیا جاسکتا ہے۔ تاہم، دودھ بینکوں میں جب دودھ کو ایک بوتل میں بند کر کے قیمت کے بدلے فروخت کیا جاتا ہے، تو یہ "اجرت خدمت" کے بجائے "بیع لبن" (دودھ کی فروخت) بن جاتا ہے، جو ائمہ احناف کے نزدیک ناپسندیدہ اور اکثر صورتوں میں ناجائز ہے۔ فقہائے احناف نے صراحت کی ہے کہ انسانی دودھ کی بیع اس لیے ناجائز ہے کیونکہ یہ انسان کا جز ہے اور جز انسانی کی بیع اس کی توہین کے مترادف ہے۔

علامہ ابن نجیم نے اس قانونی نکتے کو یوں واضح کیا ہے:

بَيْعُ لَبَنِ الْمَرْأَةِ فِي الْفَدَحِ لَا يَجُوزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، لِأَنَّهُ جُزْءُ الْإِنْسَانِ، وَالْأَدَمِيُّ بِحَمَلِهِ أَجْزَائِهِ مُكْرَمٌ، فَلَا يَجُوزُ إِلَّا تَبَدُّلُ الْبَيْعِ¹⁵

امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک برتن میں نکالے گئے انسانی دودھ کی بیع ناجائز نہیں ہے، کیونکہ یہ انسان کا حصہ ہے، اور انسان اپنے تمام اجزاء سمیت مکرم ہے، لہذا بیع کے ذریعے اس کی توہین جائز نہیں ہے۔

اگر دودھ بینک تجارتی بنیادوں پر دودھ فروخت کرتے ہیں، تو یہ شرعی طور پر ناجائز ہو گا۔ تاہم، اگر وہ صرف سروس چارجز، پروسیسنگ اور طبی جانچ کے اخراجات وصول کریں اور اسے "قیمت دودھ" قرار نہ دیں، تو بعض معاصر فقہاء نے ضرورت اور تداوی کے تحت اس کی گنجائش نکالی ہے۔ لیکن عمومی قاعدہ یہی ہے کہ انسانی دودھ کی خرید و فروخت سے بچا جائے تاکہ انسانی وقار مجروح نہ ہو۔ پس دودھ بینکوں کو تجارتی اداروں کے بجائے "رفاہی مراکز" کے طور پر کام کرنا چاہیے جہاں دودھ کا عطیہ دیا جائے اور اسے ضرورت مند بچوں تک صرف انتظامی اخراجات کے بدلے پہنچایا جائے۔

انسانی دودھ کی خرید و فروخت کا شرعی جائزہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ انسانی عظمت و تکریم کی بنیاد پر اس کے دودھ کو مال تجارت بنانا ممنوع ہے۔ قرآن کی آیت تکریم اور التحریر الرائق کی فقہی تفصیل کے مطابق انسان اور اس کے اجزاء بیع و شراء سے بالاتر ہیں۔ اگرچہ شریعت نے "اجرت رضاعت" (خدمت کا معاوضہ) کی اجازت دی ہے، لیکن دودھ کو ایک مادی شے کے طور پر بیچنا ناجائز نہیں ہے۔ لہذا، دودھ بینکوں کی فعالیت کو تجارتی مفادات سے پاک رکھنا اور اسے صرف ایک طبی خدمت تک محدود رکھنا ہی شرعی تقاضوں کے مطابق ہے۔

عالمی فقہی اداروں کے فیصلے اور فتاویٰ

انسانی دودھ بینک کے قیام اور اس کے استعمال کے حوالے سے عالم اسلام کے مستند فقہی اداروں اور تحقیقی مراکز نے گہری علمی بحث کے بعد مختلف فتاویٰ اور فیصلے جاری کیے ہیں۔ ان اداروں کے سامنے بنیادی چیلنج طبی ضرورت اور شرعی "اختلاط نسب" کے درمیان توازن پیدا کرنا تھا۔ چونکہ دودھ بینکوں میں رضاعی ماں کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے، اس لیے اکثر عالمی اداروں نے احتیاط کے پہلو کو ترجیح دیتے ہوئے اس کے موجودہ طریقہ کار پر تحفظات کا اظہار کیا ہے، جبکہ بعض نے سخت شرائط کے ساتھ اس کی گنجائش نکالی ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ¹⁶

"اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرو۔"

اس قرآنی اصول کی روشنی میں فقہی اداروں نے دودھ بینک کو ایک "طبی تعاون" تو مانا ہے، لیکن رشتوں کے اختلاط کو "اثم" (گناہ) کے خدشے کے تحت رکھا ہے۔ مجمع الفقہ الاسلامی الدولی (انٹرنیشنل اسلامک فقہ اکیڈمی، جدہ) نے اپنے دوسرے اجلاس (1985ء) میں اس مسئلے پر تفصیلی غور کے بعد یہ فیصلہ صادر کیا کہ اسلامی ممالک میں "دودھ بینک" قائم کرنا شرعاً ممنوع ہے، اور مسلمان بچوں کو ان بینکوں سے دودھ پلانا بھی ناجائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے حریمیت کا ایسا ابہام پیدا ہوتا ہے جو نکاح محرمات کا سبب بن سکتا ہے:

ابن نجیم، المحرر الرائق شرح کنز الدقائق، ج6، ص79-15

المائدہ، 2:5-16

عَنِ الشَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْخِلَالُ بَيْنَ وَالْحَرَامِ بَيْنَ، وَيَبْتَدِئُهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعَرْضِهِ¹⁷

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے، پس جس نے شبہات سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا۔

اسی حدیث مبارکہ کی روشنی میں "رابطہ عالم اسلامی" (مکہ مکرمہ) کے تحت قائم فقہ اکیڈمی نے بھی دودھ بینکوں کے خلاف فیصلہ دیا ہے، کیونکہ نامعلوم دودھ پینے سے پیدا ہونے والے شبہات دین اور خاندانی عزت (نسب) کے لیے خطرہ ہیں۔ تاہم، بعض معاصر علماء (جیسے ڈاکٹر یوسف القرضاوی اور بعض مصری فقہاء) نے اس میں کچھ لچک کا پہلو نکالا ہے۔ ان کے نزدیک اگر دودھ بینک کا انتظام حکومتی سطح پر ہو، دودھ دینے والی ہر عورت کا مکمل ریکارڈ رکھا جائے، اور ہر بچے کو ایک سرٹیفکیٹ جاری کیا جائے جس میں اس کی رضاعی ماں کا نام درج ہو، تو طبی ضرورت کے تحت اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ علامہ ابن نجیم کے قواعد کے مطابق بھی ضرورت کی صورت میں ممانعت میں تخفیف ہو سکتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ مفسدہ (خرابی) کا راستہ روکا جائے:

الْمُسْتَقْبَلُ تَحْلِيلُ الشَّيْءِ¹⁸

مشقت (اور ضرورت) آسانی کو کھینچ لاتی ہے۔

اگرچہ "تیسیر" (آسانی) کا اصول موجود ہے، لیکن پاکستان کے جید علماء اور دارالافتاء کا موقف بھی عالمی فقہ اکیڈمی جہ کے مطابق ہے کہ موجودہ غیر منظم صورت حال میں دودھ بینک کا قیام ناجائز ہے۔ ان کے نزدیک انسانی جان بچانے کے لیے بکری کا دودھ یا دیگر طبی متبادل موجود ہیں، اس لیے ایک مشکوک ذریعے کو اختیار کر کے پورے خاندانی نظام کو خطرے میں نہیں ڈالا جاسکتا۔ اصل حکم ممانعت کا ہے، اور جواز صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب رضاعی ماں کی شناخت کا صد فیصد یقینی نظام موجود ہو، جو کہ موجودہ عالمی دودھ بینکوں میں مفقود ہے۔

عالمی فقہی اداروں کے فیصلے انسانی دودھ بینک کے معاملے میں "سد ذرائع" (برائی کے راستے کو بند کرنا) اور "احتیاط" پر مبنی ہیں۔ قرآن کی آیت تعاون اور بخاری کی حدیث شبہات کی روشنی میں اکثریت نے اسے ناجائز قرار دیا ہے تاکہ رشتوں کا اختلاط نہ ہو۔ ابن نجیم کے اصول تیسیر کے باوجود، اکثر فقہاء کے نزدیک "مصلحت عامہ" اور "تحفظ نسب" اس طبی مصلحت پر مقدم ہے، جس کی وجہ سے اسلامی دنیا میں اس کے قیام کو مشروع یا ممنوع رکھا گیا ہے۔ یہ فتاویٰ اسلامی معاشرت میں خاندانی پاکیزگی کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔

اختلاط نسب کے خدشات اور شرعی متبادل

انسانی دودھ بینک کے حوالے سے بحث کا حاصل "اختلاط نسب" اور "اشتباہ محرمات" کا وہ سنگین خدشہ ہے جو اسلامی خاندانی نظام کی جڑوں کو متاثر کر سکتا ہے۔ اسلام نے نسب کی حفاظت کو مقاصد شریعہ میں سے ایک بنیادی مقصد قرار دیا ہے۔ دودھ بینکوں میں جب ایک ہی وقت میں کئی عورتوں کا دودھ مکس ہو کر مختلف بچوں تک پہنچتا ہے، تو معاشرے میں ایسے بہن بھائیوں کے درمیان نکاح کا قوی اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے جو حقیقت میں ایک ہی عورت کا دودھ پی چکے ہوتے ہیں مگر اس سے بے خبر ہوتے ہیں۔ شریعت مطہرہ نے اس طرح کے ابہام سے بچنے کے لیے نہ صرف احتیاطی تدابیر دی ہیں بلکہ ایسے متبادل بھی فراہم کیے ہیں جن سے نوزائیدہ بچوں کی جان بھی بچائی جاسکتی ہے اور رشتوں کا تقدس بھی پامال نہیں ہوتا:

وَلَا تَنْهَرُوا الزَّانَةَ إِنَّهُ كَذَّابٌ فَاجِسَةٌ وَسَاءَ سَمِيًّا¹⁹

"اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، بے شک یہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔"

بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدينه، (ج: 52)۔¹⁷

ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ج: 1، ص 75۔¹⁸

الاسراء، 32: 17۔¹⁹

اس آیت کی روشنی میں فقہاء نے "سد ذرائع" (برائی کے راستوں کو بند کرنا) کا اصول وضع کیا ہے۔ چونکہ دودھ بینک کا موجودہ نظام نادانستہ طور پر محرمت کے درمیان نکاح (جو کہ زنا کے زمرے میں آتا ہے) کا ذریعہ بن سکتا ہے، اس لیے اس سے بچنا لازم ہے۔ سنت نبوی ﷺ میں رشتوں کی پاکیزگی کے لیے شبہ سے بچنے کی جو تاکید ملتی ہے، وہ اختلاط نسب کے سد باب کے لیے بہترین رہنمائی فراہم کرتی ہے:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعُ مَا يَرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيْبُكَ²⁰

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات یاد کی: جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور اسے اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔

نبی کریم ﷺ کا یہ سنہری اصول "دعایریک" (شک والی چیز چھوڑ دو) دودھ بینکوں کے معاملے میں کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔ جب دودھ بینک رشتوں میں شک پیدا کر رہا ہے، تو شریعت ہمیں متبادل راستوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ پہلا متبادل "انفرادی رضاعت (Private wet-nursing)" ہے، جیسا کہ قدیم زمانے سے رواج رہا ہے کہ کسی مخصوص دائی یا عورت سے دودھ پلویا جائے جس کا ریکارڈ اور پہچان واضح ہو۔ دوسرا متبادل "مصنوعی طبی دودھ (Specialized Formulas)" کی فراہمی ہے، جو جدید دور میں ماں کے دودھ کے قریب ترین اجزاء کے ساتھ تیار کیے جا رہے ہیں۔ تیسرا متبادل یہ ہے کہ اگر انسانی دودھ بینک ناگزیر ہو، تو اسے "محدود سرکل" میں رکھا جائے، یعنی ایک عورت کا دودھ صرف ایک مخصوص بچے کو دیا جائے اور اس کا مکمل اندراج کیا جائے۔ علامہ ابن نجیم نے اس حوالے سے ایک اہم ضابطہ بیان کیا ہے:

الْحَاجَةُ تُنْزِلُ مَنْزِلَةَ الضَّرُورَةِ عَامَّةً كَمَا نَتَّ أَوْ خَاصَّةً²¹

حاجت (ضرورت) کو ضرورت کے درجے میں اتارا جاتا ہے، چاہے وہ عام ہو یا خاص۔

اس قاعدے کے مطابق اگر کسی بچے کی جان بچانے کے لیے انسانی دودھ کی واقعی ضرورت ہے، تو اسے "حاجت" کے تحت پورا کیا جائے گا، لیکن طریقہ کار وہ اپنایا جائے گا جو "صحیح" (جائز) ہو، نہ کہ وہ جو "محظور" (ممنوع) کی طرف لے جائے۔ چنانچہ کسی جانی پہچانی عورت کا دودھ حاصل کرنا یا ہسپتالوں میں "دودھ کے عطیہ" کا ایسا نظام بنانا جہاں ہر عطیہ دہندہ کا نام درج ہو، ایک شرعی متبادل ہے۔ خلاصہ یہ کہ اختلاط نسب کے خدشات اتنے سنگین ہیں کہ ان کی موجودگی میں غیر منظم دودھ بینکوں کا جواز ممکن نہیں۔ شریعت کا منشا یہ ہے کہ انسانی جان بھی بچے اور انسانی نسل کی پاکیزگی بھی برقرار رہے۔

اختلاط نسب کے خدشات اور شرعی متبادل کا مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ تحفظ نسب اسلام کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ قرآن کی ممانعت زنا اور ترمذی کی حدیث شک کی روشنی میں ایسے ہر عمل سے بچنا ضروری ہے جو محرمت کے اختلاط کا سبب بنے۔ ابن نجیم کے اصول حاجت کے تحت طبی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے انفرادی رضاعت اور دستاویزی ریکارڈنگ جیسے شرعی متبادل موجود ہیں۔ لہذا، دودھ بینکوں کے موجودہ بے ہنگم نظام کے بجائے ایسے متبادل ذرائع کو فروغ دینا چاہیے جو طبی فوائد کے ساتھ ساتھ خاندانی تقدس کی بھی حفاظت کریں۔

دودھ بینک کے ذریعے ثابت ہونے والی حرمت کا دائرہ اور وسعت

انسانی دودھ بینک کے ذریعے پلائے جانے والے دودھ سے قائم ہونے والی حرمت کا دائرہ نہایت وسیع اور پیچیدہ ہے، کیونکہ یہ روایتی رضاعت (ایک بچہ اور ایک ماں) کے برعکس "اجتماعی رضاعت" کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جب دودھ بینک سے حاصل کردہ مخلوط دودھ کسی بچے کو پلایا جاتا ہے، تو فقہی اعتبار سے اس کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ بچہ ان تمام خواتین کا رضاعی فرزند قرار پاتا ہے جن کا دودھ اس مرکب میں شامل تھا۔ فقہ اسلامی کے مسلمہ اصول "الرِّضَاعُ لِحُمَةِ كَلْحَمَةِ النَّسَبِ" (رضاعت نسب کی طرح ایک گوشت کا رشتہ ہے) کی رو سے اس حرمت کا دائرہ صرف دودھ پلانے والی عورت تک محدود نہیں رہتا، بلکہ اس کے شوہر (صاحب لبن) اور ان دونوں کے تمام نسبی رشتوں تک پھیل جاتا ہے:

ترمذی، السنن، کتاب صفۃ القیامۃ، (ج: 25) 18-20۔

ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ج: 1، ص: 84۔²¹

وَأُمَمَهَا نَكُمُ اللَّائِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَانُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ²²

"اور تمہاری وہ ماںیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں (تم پر حرام ہیں)۔"

اس آیت کی تفسیر میں فقہاء نے صراحت کی ہے کہ دودھ بینک کے ذریعے تغذیہ پانے والا بچہ ایک "کثیر الحرم" (بہت سے محرم رشتوں والا) فرد بن جاتا ہے۔ اگر بینک کے ایک کنٹینر میں بیس خواتین کا دودھ شامل تھا، تو ان بیس خواتین کے تمام نسبی اصول و فروع (والدین اور اولاد) اس بچے پر حرام ہو جائیں گے۔ سنت نبوی ﷺ نے اس وسعت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں، وہی رضاعت سے بھی حرام قرار پاتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ²³

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رضاعت سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں دودھ بینک سے پیدا ہونے والی حرمت کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی بچہ اس بینک سے دودھ پیتا ہے، تو وہ ان تمام خواتین کے شوہروں کا بھی رضاعی بیٹا بن جائے گا، اور یوں ان شوہروں کی دوسری بیویوں سے پیدا ہونے والی اولاد بھی اس کی رضاعی بہن بھائی قرار پائیں گے۔ فقہائے احناف نے اس مسئلے میں "لبن الفحل" (مرد کے دودھ یعنی سبب دودھ) کے اثر کو تسلیم کیا ہے، جس سے حرمت کا دائرہ دوچند ہو جاتا ہے۔ علامہ ابن نجیم نے اس وسعت حرمت کو قانونی پیرائے میں یوں بیان کیا ہے:

يَمْتَلِكُ الْمُحَرِّمُ بِالْمُرْضِعَةِ وَبَرَّوْجِهَا الَّذِي نَزَلَ اللَّبَنُ مِنْ وَطْئِهِ، فَيَصِيرُ الزَّوْجُ أَبًا لِلرَّضِيعِ، وَتَحْرُمُ عَلَى الرَّضِيعِ أَوْلَادُ هَذَا الرَّجُلِ مِنْ هَذِهِ الْمَرْأَةِ وَمِنْ غَيْرِهَا²⁴

حرمت کا تعلق دودھ پلانے والی عورت اور اس کے اس شوہر سے ہوتا ہے جس کی وطی (مباشرت) سے دودھ اترتا ہو، چنانچہ وہ شوہر دودھ پینے والے بچے کا (رضاعی) باپ بن جاتا ہے، اور اس مرد کی تمام اولادیں (خواہ وہ اس عورت سے ہوں یا کسی دوسری بیوی سے) اس بچے پر حرام ہو جاتی ہیں۔

البحر الرائق کی اس تشریح کا دودھ بینک پر اطلاق کرنے سے یہ تجزیہ سامنے آتا ہے کہ اگر دودھ بینک میں "اختلاط لبن" (دودھ کی آمیزش) کا طریقہ اپنایا جائے، تو حرمت کا دائرہ اتنا وسیع اور مبہم ہو جاتا ہے کہ پورا معاشرہ ایک دوسرے کے لیے "مشتبہ محرم" بن سکتا ہے۔ وسعت حرمت کا یہ پہلو رضاعی بہن بھائیوں کی پہچان کو ناممکن بنا دیتا ہے، جس کے نتیجے میں نکاح محرمات کا شدید خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ احناف کے نزدیک رضاعت کی تھوڑی سی مقدار بھی حرمت کے لیے کافی ہے، اس لیے دودھ بینک کے ہر قطرے میں پوشیدہ حرمت کے اثرات پورے خاندانی شجرے کو متاثر کرتے ہیں۔

دودھ بینک کے ذریعے ثابت ہونے والی حرمت کا دائرہ قرآنی نص اور حدیث نبوی "محرم من الرضاعة" محرم من النسب کے تحت نہایت وسیع ہے۔ البحر الرائق کے مطابق یہ حرمت عورت کے ساتھ ساتھ اس کے شوہر اور ان کے تمام نسبی تعلقات تک پھیل جاتی ہے۔ چونکہ دودھ بینک میں متعدد خواتین کا دودھ شامل ہوتا ہے، اس لیے حرمت کا یہ دائرہ سینکڑوں افراد کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، جو کہ ریکارڈ کی عدم موجودگی میں معاشرتی سطح پر نکاح کے معاملات میں شدید پیچیدگی اور ابہام کا باعث بنتا ہے۔

رضاعی تبادل (Milk Bank) اور ثبوت نسب کا قانونی مسئلہ

انسانی دودھ بینک (Milk Bank) کے استعمال سے پیدا ہونے والا ایک سنگین قانونی اور فقہی سوال "ثبوت نسب" کا ہے، یعنی کیا دودھ بینک سے تغذیہ پانے والے بچے کا نسب اس عورت یا اس کے شوہر سے ثابت ہو جائے گا جس کا دودھ اس نے پیا ہے؟ شریعت مطہرہ میں "نسب" اور "رضاعت" دو الگ الگ قانونی حیثیتیں ہیں۔ نسب کا تعلق ولادت اور نکاح صحیح سے ہے، جبکہ رضاعت کا تعلق صرف حرمت نکاح سے ہے۔ دودھ بینک کو بطور تبادل استعمال کرنے سے رضاعی رشتہ تو قائم ہو جاتا ہے لیکن اس سے وہ قانونی حقوق (جیسے وراثت، نفقہ اور ولدیت کا نام) حاصل نہیں ہوتے جو نسب سے وابستہ ہیں۔ فقہ اسلامی کی رو سے نسب کی حفاظت اتنی اہم ہے کہ اسے کسی دوسرے تعلق کے ساتھ خلط ملط کرنے کی اجازت نہیں دی گئی:

النساء، 4: 23-22

بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب ما محرم من الرضاعة ما محرم من النسب، (ج: 5099)۔²³

ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج: 3، ص: 224۔²⁴

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا²⁵

"اور اس بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں، بے شک کان اور آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک کے بارے میں (قیامت کے دن) سوال کیا جائے گا۔"

گا۔"

اس آیت کی روشنی میں فقہاء نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ نسب جیسے حساس معاملے میں صرف قطعی دلائل (نکاح یا اقرار) کا اعتبار ہوگا، محض دودھ پینے سے نسب منتقل نہیں ہوتا۔ فقہ احناف کی معتبر کتاب "بدائع الصنائع" میں علامہ کاسانیؒ اس قانونی فرق کو نہایت وضاحت سے بیان کرتے ہیں کہ رضاعت محض ایک "عارضی معنوی جزئیت" ہے جو نکاح کو تو حرام کرتی ہے مگر نسبی احکامات کو جنم نہیں دیتی:

"أَنَّ حُرْمَةَ الرِّضَاعِ لَا تُوجِبُ ثُبُوتَ النَّسَبِ، لِأَنَّ النَّسَبَ يَعْتمِدُ الْوِلَادَةَ وَالرِّضَاعَ لَيْسَ بِوِلَادَةٍ، فَلَا يَتَرْتَّبُ عَلَيْهِ أَحْكَامُ النَّسَبِ مِنَ الْإِرْثِ وَالْمَقْفَقَةِ وَالْوَلَايَةِ"²⁶

"بے شک رضاعت کی حرمت سے نسب ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ نسب کی بنیاد ولادت (پیدائش) پر ہے اور رضاعت ولادت نہیں ہے، لہذا اس پر نسب کے احکامات (جیسے وراثت، نفقہ اور ولایت) مرتب نہیں ہوں گے۔"

اسی طرح، دودھ پینک کے حوالے سے ایک اور قانونی پیچیدگی یہ ہے کہ اگر دودھ کسی نامعلوم عورت کا ہو تو اسے کسی کے نسب کے ساتھ جوڑنا شرعاً محال ہے۔ فقہ کی مشہور کتاب "فتاویٰ عالمگیری" (الفتاویٰ الہندیہ) میں اس مسئلے کی قانونی جہت کو یوں واضح کیا گیا ہے کہ اگر دودھ پینے والے اور دودھ پلانے والی کے درمیان رشتہ غیر واضح ہو تو اسے نسبی والد یا والدہ کے برابر قرار نہیں دیا جاسکتا:

"الرِّضَاعُ يُحَرِّمُ النِّكَاحَ وَلَا يُثَبِّتُ النَّسَبَ، وَإِنَّمَا النَّسَبُ لِلْفِرَاشِ أَوْ الْإِقْرَارِ، وَالْمَوْئِدَةُ وَالْوَرَاثَةُ تَابِعَةٌ لِلنَّسَبِ لَا لِلرِّضَاعِ."²⁷

"رضاعت نکاح کو تو حرام کرتی ہے مگر نسب ثابت نہیں کرتی، نسب تو صرف 'فراش' (نکاح) یا اقرار سے ثابت ہوتا ہے، اور نفقہ و وراثت نسب کے تابع ہیں نہ کہ رضاعت کے۔"

تجزیاتی طور پر دیکھا جائے تو دودھ پینک کا استعمال کرنے سے بچنے کی قانونی شناخت (Identity) میں ایک بڑا خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ بچہ طبی طور پر تندرست ہو سکتا ہے، لیکن شرعی قانون کے تحت وہ "مجهول الرضاع" (نامعلوم رضاعت والا) ہونے کے خطرے سے دوچار رہتا ہے۔ "المحرر الرائق" میں علامہ ابن نجیمؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نسب کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ ہر تعلق اپنی حد میں رہے تاکہ وراثت اور نفقہ جیسے مالی حقوق میں کسی غیر کا حق شامل نہ ہو جائے:

"فِي الرِّضَاعِ مَعْنَى الْجُزْئِيَّةِ مِنْ وَجْهِ دُونَ وَجْهِ، فَلِهَذَا ثَبَتَتْ بِهِ الْحُرْمَةُ لِلْإِحْتِيَاظِ وَلَمْ يَثْبُتْ بِهِ النَّسَبُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِجُزْءٍ حَقِيقِيٍّ."²⁸

"رضاعت میں ایک پہلو سے جزئیت پائی جاتی ہے اور دوسرے سے نہیں، اسی لیے احتیاط کے طور پر اس سے حرمت تو ثابت ہو جاتی ہے مگر نسب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ (بچے کا) حقیقی جز نہیں ہے۔"

رضاعت صرف حرمت نکاح پیدا کرتی ہے، جبکہ وراثت، نفقہ اور نسبی شناخت صرف ولادت صحیحہ سے ہی ممکن ہے۔ دودھ پینک کے استعمال سے بچے کا نسب تبدیل نہیں ہوگا، لیکن ریکارڈ کی عدم موجودگی میں اس کی رضاعتی شناخت مشتبہ ہو جائے جو مستقبل میں قانونی وراثت کے دعووں میں الجھن کا باعث بن سکتی ہے۔

الاسراء، 17: 36-25

الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج 4، ص 12-26

شیخ نظام و جماعت من علماء الہند، الفتاویٰ الہندیہ، (بیروت: دار الفکر، 1310ھ)، ج 1، ص 342-27

ابن نجیم، المحرر الرائق شرح کنز الدقائق، ج 3، ص 222-28

دودھ پینے والے بچوں کے درمیان "اخوت رضاعی" (بھائی چارہ) کا تعین

انسانی دودھ بینک کے تناظر میں "اخوت رضاعی" (رضاعی بھائی چارہ) کا تعین ایک نہایت پیچیدہ فقہی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جب مختلف خاندانوں کے بچے ایک ہی دودھ بینک سے تغذیہ پاتے ہیں، تو ان کے درمیان وہی رشتہ قائم ہو جاتا ہے جو ایک ہی ماں کا دودھ پینے والے بچوں کے درمیان ہوتا ہے۔ فقہ اسلامی کی رو سے اگر دو اجنبی بچے ایک ہی عورت کا دودھ پی لیں تو وہ آپس میں رضاعی بہن بھائی بن جاتے ہیں اور ان کا آپس میں نکاح ابدی طور پر حرام ہو جاتا ہے۔ دودھ بینک میں چونکہ ایک ہی "بچ" (Batch) کا دودھ کئی بچوں کو پلایا جاتا ہے، اس لیے وہ تمام بچے نادانستہ طور پر ایک دوسرے کے رضاعی بہن بھائی قرار پاتے ہیں، چاہے ان کا کسی تعلق الگ الگ شہروں یا خاندانوں سے ہو۔ فقہ احناف کی مشہور کتاب "فتاویٰ قاضی خان" میں اس بھائی چارے کے ثبوت کی بنیاد کو یوں واضح کیا گیا ہے کہ اگرچہ بچے الگ الگ وقت میں دودھ پئیں، لیکن اگر دودھ کا منبع (عورت) ایک ہی ہے، تو ان کے درمیان حرمت اخوت ثابت ہو جائے گی:

"وَإِذَا أَرْضَعَتِ الْمَرْأَةُ صَبِيَّيْنِ فِي أَوْقَاتٍ مُتَخَلِّفَةٍ صَارَا أَخَوَيْنِ مِنَ الرِّضَاعَةِ، لِأَنَّ الْحُزْمَةَ تَنْتَضِلُّ مِنَ اللَّبَنِ الَّذِي هُوَ جُزْءُ الْمُرْضِعَةِ، فَاسْتَوَى فِيهِ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ."²⁹

"جب ایک عورت دو بچوں کو مختلف اوقات میں دودھ پلائے تو وہ دونوں رضاعی بہن بھائی بن جاتے ہیں، کیونکہ حرمت اس دودھ سے پیدا ہوتی ہے جو دودھ پلانے والی کا جز ہے، پس اس میں پہلے اور آخری (دودھ پینے والے) کا حکم برابر ہے۔"

دودھ بینک کے حوالے سے دوسرا بڑا مسئلہ "نامعلوم اخوت" کا ہے۔ "ہدایہ" کے شارح علامہ ابن الہمام "فتح القدير" میں بیان کرتے ہیں کہ رضاعی بھائی چارے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ بچوں نے براہ راست پستان سے دودھ پیا ہو، بلکہ برتن سے پلایا گیا دودھ بھی وہی اثر رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دودھ بینک کی بوتلوں سے پلایا گیا دودھ بچوں کے درمیان نکاح کی ابدی ممانعت پیدا کر دیتا ہے:

"وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ صَبِيٍّ اخْتَمَعَ عَلَى ثَدْيِ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ صَارَا أَخَوَيْنِ، سَوَاءٌ كَانَ الْوُصُولُ بِالِالْتِمَامِ أَوْ الْوُجُورِ، لِأَنَّ الْمَعْنَى هُوَ التَّغْلِي فِي جُزْءِ الْأَدَمِيِّ وَقَدْ وَجَدَ."³⁰

"اصول یہ ہے کہ جو دو بچے بھی ایک ہی عورت کے دودھ پر جمع ہو جائیں وہ (رضاعی) بہن بھائی بن جاتے ہیں، چاہے دودھ پستان چوسنے سے پہنچا ہو یا حلق میں ڈالنے (وجود) سے، کیونکہ (حرمت کی) وجہ انسان کے جز سے غذا حاصل کرنا ہے اور وہ یہاں پائی گئی ہے۔"

تجزیاتی طور پر دیکھا جائے تو دودھ بینک سے پیدا ہونے والا یہ "اخوت رضاعی" کا رشتہ پورے معاشرے کے لیے ایک مخفی خطرہ بن جاتا ہے۔ "الحیط البرہانی" میں اس مسئلہ کی نزاکت کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ اگر دودھ پینے والے بچوں کا ریکارڈ نہ رکھا جائے تو یہ "جہالت" (لا علمی) رشتوں کے تقدس کو مشکوک بنا دیتی ہے، اور شک کی صورت میں احتیاط واجب ہوتی ہے:

"إِذَا اخْتَلَطَ الرِّضِيعُ بِأَطْفَالِ بَلَدَةٍ لَا يَحُوزُ لَهُ السَّرُوحُ مِنْهُمْ إِذَا كَانَ الرِّضَاعُ مَعْلُومًا فِي الْجُمْلَةِ وَحُجُّوْلًا فِي التَّفْصِيلِ لِقُتُوعِ الشَّكِّ فِي مَحَلِّ الْحُزْمَةِ."³¹

"اگر دودھ پینے والا بچہ کسی شہر کے بچوں میں غلط ملط ہو جائے (اور پہچان نہ رہے) تو اس کے لیے ان (لڑکیوں) سے نکاح جائز نہیں ہوگا، جب رضاعت کا وقوع تو معلوم ہو مگر تفصیل (کہ کس کے ساتھ بہن بھائی کا رشتہ ہے) نامعلوم ہو، کیونکہ محل حرمت میں شک واقع ہو گیا ہے۔"

اخوت رضاعی کا شرعی تعین یہ ثابت کرتا ہے کہ دودھ بینک سے دودھ پینے والے بچے حکماً ایک دوسرے کے بہن بھائی بن جاتے ہیں۔ دودھ پینے کا طریقہ کوئی بھی ہو، وہ حرمت نکاح پیدا کر دیتا ہے۔ سب سے بڑا فقہی مسئلہ یہ ہے کہ اگر ان رضاعی بھائیوں اور بہنوں کی پہچان نہ ہو سکے تو "الحیط البرہانی" کے اصول کے مطابق احتیاطاً نکاح سے رکنا لازم ہوگا، جو کہ دودھ بینک کے نظام میں ایک بڑی سماجی پیچیدگی ہے۔

الأوز جندی، فخر الدین حسن بن منصور، فتاویٰ قاضی خان، (بیروت: دار المعرفہ، 1310ھ)، ج 1، ص 421-29

ابن الہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدير علی الہدایہ، (بیروت: دار الفکر، 1997ء)، ج 3، ص 441-30

ابن مازہ البخاری، برہان الدین محمود بن احمد، الحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2004ء)، ج 3، ص 87-31

رضاعی رشتوں کی عدم پہچان اور وراثت کے مسائل کا فنی جائزہ

انسانی دودھ بینک کے نظام میں سب سے بڑی فنی خرابی رضاعی رشتوں کا مخفی رہ جانا ہے، جس کا براہ راست اثر وراثت اور مالی حقوق پر پڑتا ہے۔ اگرچہ شرعی طور پر رضاعت سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی رضاعی رشتہ داروں کا وراثت میں کوئی حصہ ہوتا ہے، لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ رضاعی رشتے کی عدم پہچان کی وجہ سے "حقیقی وارثوں" کے درمیان ایسے نکاح واقع ہو سکتے ہیں جو وراثت کی تقسیم کو باطل کر دیں۔ مثلاً اگر ایک شخص نادانستہ طور پر اپنی رضاعی بہن سے نکاح کر لے، تو اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کا نسب اور وراثت میں حصہ مشکوک ہو جاتا ہے، کیونکہ نکاح باطل سے وراثت کے حقوق متاثر ہوتے ہیں۔ فقہ احناف کی مشہور کتاب "المبسوط" میں امام سرخسیؒ اس نکتے کی وضاحت کرتے ہیں کہ رضاعت اگرچہ خود وراثت کا سبب نہیں ہے، لیکن یہ نکاح کے صحیح ہونے کی شرط ہے، اور نکاح صحیح نہ ہو تو وراثت کے حقوق منتقل نہیں ہوتے:

"وَالرَّضَاعُ يُحَرِّمُ النِّكَاحَ وَلَا يَنْفِي النِّسْبَ الثَّابِتَ، وَلَكِنَّهُ يَمْنَعُ صِحَّةَ النِّكَاحِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ، فَلِذَا نَكَحَ مَنْ هِيَ مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِ بِالرَّضَاعِ فَالنِّكَاحُ بَاطِلٌ، وَلَا مِيرَاثَ بَيْنَ الرُّوَجَيْنِ بِالنِّكَاحِ الْبَاطِلِ."³²

"اور رضاعت نکاح کو حرام کرتی ہے، یہ ثابت شدہ نسب کی نفی نہیں کرتی، لیکن یہ مستقبل میں نکاح کی صحت کو روکتی ہے، پس اگر کسی نے اس عورت سے نکاح کیا جو اس پر رضاعت کی وجہ سے حرام تھی تو نکاح باطل ہو گا، اور باطل نکاح کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان وراثت جاری نہیں ہو گی۔"

وراثت کا دوسرا مسئلہ "حق مہر" اور "عدت" کے اخراجات سے متعلق ہے۔ "الفتاویٰ التاتاریخانیہ" میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر نکاح کے بعد رضاعت کا پتہ چلے اور جدائی کر دی جائے، تو اس سے مالی حقوق (جو وراثت کی بنیاد بنتے ہیں) متاثر ہوتے ہیں۔ دودھ بینک کا ریکارڈ نہ ہونا ان مالی تنازعات کو جنم دیتا ہے:

"إِذَا فُرِّقَ الْقَاضِي بَيْنَ الرُّوَجَيْنِ بِسَبَبِ الرِّضَاعِ بَعْدَ الدُّخُولِ فَلَهَا الْمَهْرُ، وَلَكِنْ لَا نَفَقَةٌ لَهَا وَلَا سُكْنَى فِي الْعِدَّةِ، وَلَا يَرْتِ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ إِنْ مَاتَ فِي الْعِدَّةِ لِفَسَادِ النِّكَاحِ۔"

"جب قاضی رضاعت کی وجہ سے دخول (خلوت) کے بعد میاں بیوی میں تفریق کر دے، تو عورت کے لیے مہر تو ہو گا، لیکن عدت کا نفقہ اور رہائش نہیں ہو گی، اور اگر عدت کے دوران کوئی ایک مر جائے تو نکاح کے فاسد ہونے کی وجہ سے کوئی دوسرے کا وارث نہیں ہو گا۔"³³

رضاعی رشتوں کی عدم پہچان وراثت کے معاملات میں سنگین پیچیدگیاں پیدا کرتی ہے۔ المبسوط، تاتاریخانیہ کے حوالہ جات سے یہ فنی جائزہ سامنے آتا ہے کہ اگرچہ رضاعت براہ راست وراثت کا سبب نہیں، لیکن یہ نکاح کے صحیح ہونے کی بنیادی شرط ہے۔ دودھ بینک سے پیدا ہونے والا ابھام نکاح کو مشکوک بنا دیتا ہے، جس کے نتیجے میں میاں بیوی کے درمیان توارث (ایک دوسرے کا وارث بننا) اور اولاد کے حقوق وراثت میں شرعی و قانونی رکاوٹیں پیدا ہو سکتی ہیں۔

جدید طبی ضرورت (اضطرار) اور مصلحت عامہ کے فقہی اطلاقات

انسانی دودھ بینک کے قیام کا جو از پیش کرنے والے ماہرین طب اور بعض معاصر فقہاء "ضرورت" اور "مصلحت عامہ" کو بطور دلیل استعمال کرتے ہیں۔ فقہ اسلامی کا ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ "الضرورات تیج المحظورات" (ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں)۔ دودھ بینک کے حامیوں کا موقف ہے کہ وقت سے پہلے پیدا ہونے والے بچوں (Premature babies) کی جان بچانے کے لیے اگر ماں کا دودھ میسر نہ ہو، تو دودھ بینک کا استعمال "حالت اضطرار" (شدید مجبوری) کے زمرے میں آتا ہے۔ تاہم، فقہائے کرام نے اس ضرورت کے اطلاق کے لیے سخت شرائط مقرر کی ہیں تاکہ ضرورت کی آڑ میں شرعی حدود پامال نہ ہوں۔ "الاشباہ والنظائر" میں علامہ ابن نجیمؒ ضرورت اور مصلحت کے حوالے سے یہ اہم قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ ضرورت صرف اسی وقت معتبر ہو گی جب اس کے علاوہ کوئی دوسرا جائز راستہ موجود نہ ہو:

"إِنَّمَا تُبَيِّحُ الضَّرُورَةُ مَا يُدْفَعُ بِهِ قَدْرُهَا، فَالضَّرُورَةُ تُقَدَّرُ بِقَدْرِهَا، وَلَا يَجُوزُ التَّجَاوُزُ عَنِ مَوْضِعِ الْحَاجَةِ إِلَى مَا لَيْسَ بِضَّرُورَةٍ۔"³⁴

السرخسی، المبسوط، ج 5، ص 139۔³²

العالم بن العلاء الانصاری، الفتاویٰ التاتاریخانیہ، ج 4، ص 378۔³³

ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ج 1، ص 85۔³⁴

"بے شک ضرورت صرف اسی قدر کو مباح کرتی ہے جس سے وہ ضرورت پوری ہو سکے، پس ضرورت کا اندازہ ضرورت کی مقدار کے مطابق ہی لگایا جائے گا، ضرورت کی جگہ سے تجاوز کر کے غیر ضروری امور تک جانا جائز نہیں ہے۔"

مصلحت عامہ کے تحت انسانی جان کی حفاظت ایک اہم مقصد ہے۔ "المحیط البرہانی" میں اس مسئلے کی وضاحت کی گئی ہے کہ اگر کسی بچے کی زندگی صرف کسی عورت کا دودھ پینے پر موقوف ہو، تو وہاں جان بچانا مقدم ہوگا، لیکن اس "مصلحت" کو حاصل کرنے کے لیے "مفسدہ" (رشتوں کے اختلاط) سے بچنا بھی لازم ہے:

"الْمَصْلَحَةُ الَّتِي تُعَارِضُ نَهْيًا شَرْعِيًّا لَا تُعْتَبَرُ، وَحِفْظُ النَّسَابِ مِنَ الْمَقْصِدِ الضَّرُورِيِّ، فَلَا تُقَدَّمُ مَصْلَحَةُ التَّغْلِيظِ عَلَى مَفْسَدَةِ اخْتِلَاطِ النَّسَابِ وَالرَّضَاعِ."³⁵

"وہ مصلحت جو کسی نص شرعی کے معارض (خلاف) ہو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور نسب کی حفاظت مقاصد ضروریہ میں سے ہے، لہذا تغذیہ کی مصلحت کو اختلاط نسب اور رضاعت کی مفسدہ پر مقدم نہیں کیا جاسکتا۔"

تجزیاتی طور پر، فقہائے احناف نے "تداوی البشر" (انسان کے جز سے علاج) کے معاملے میں "اضطرار" کی تشریح نہایت باریک بینی سے کی ہے۔ "البحر الرائق" میں یہ قانونی نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی مرض کا علاج صرف کسی ممنوعہ چیز میں ہو اور کوئی دوسرا متبادل موجود نہ ہو، تو گنجائش نکل سکتی ہے، بشرطیکہ وہ علاج یقینی ہو:

"الاضْطِرَارُ لَا يُبْطِلُ حَقَّ الْغَيْرِ، وَإِذَا تَعَارَضَتْ ضَرُورَةُ حِفْظِ النَّفْسِ وَضَرُورَةُ حِفْظِ النَّسَبِ، فَلَا خِيَرَةَ فِي حِفْظِ النَّسَبِ أَوْ لِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حَقُّ اللَّهِ وَحَقُّ الْعَبْدِ مَعًا."³⁶

"اضطرار کسی دوسرے کے حق کو باطل نہیں کرتا، اور جب جان کی حفاظت کی ضرورت اور نسب کی حفاظت کی ضرورت میں تعارض آجائے، تو نسب کی حفاظت میں احتیاط زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں اللہ کا حق بھی ہے اور بندے کا حق بھی۔"

جدید طبی ضرورت اور مصلحت عامہ کے فقہی اطلاقات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دودھ پینک کا جواز صرف انتہائی "اضطراری" صورتوں میں ہی نکالا جاسکتا ہے جہاں بچے کی جان کا قطعی خطرہ ہو۔ الاشباہ والنظائر، المحيط البرہانی اور البحر الرائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ نسب کی حفاظت کی "ضرورت" جانی مصلحت پر فوقیت رکھتی ہے اگر جانی مصلحت کے لیے متبادل (جیسے بکری کا دودھ یا فارمولا ملک) موجود ہو۔ لہذا، مصلحت عامہ کا تقاضا یہ ہے کہ دودھ پینک کے بجائے ایسے محفوظ طریقے اپنائے جائیں جہاں جان بھی بچے اور رشتوں کا تقدس بھی پامال نہ ہو۔

ابن مازہ البخاری، المحيط البرہانی فی الفقہ العثماني، ج 3، ص 92-³⁵

ابن نجيم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج 3، ص 231-³⁶